والألف كما جاء فی الرسم العثمانی، ولا تکتب فی القرآن بالیا أو الألف لأن رسمه سنة متبعة“۔ (۱۳)

یعنی ’ربوا‘ کا لفظ اسی طرح واؤ اور الف سے لکھنا چاہیے جیسے رسم عثمانی میں لکھا جاتا ہے۔ اس کو یا، یا الف سے نہیں لکھنا چاہیے کیونکہ رسم عثمانی کی پیروی ہمیشہ سے کی جارہی ہے۔

۴۔ احناف کی رائے یہ ہے:

”وجاء فی المحیط البرهانی فی فقه الحنفية مانصه: إنه ينبغی ألّا يكتب المصحف بغير الرسم العثمانی“۔ (۱۴)

یعنی رسم عثمانی سے ہٹ کر مصحف کی کتابت درست نہیں۔

مذکورہ بالا اقوال اس بات کے شاہد ہیں کہ مسالک اربعہ کے تمام فقہا رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں متفقہ موقف رکھتے ہیں۔

التزامِ رسم پر سلفؒ کے اقوال

علامہ عبدالواحد بن عاشر الاندلسیؒ اپنی تصنیف ”تنبيه الخلّان على الأعلان بتكميل مورد الظمآن“ کا آغاز درجِ ذیل خطبہ سے فرماتے ہیں:

”الحمد لله الذی رسم الآيات القرءانية على نحو ما في المصاحف العثمانية، الواجب اتباعها في رسم كل قراءة متواتر عن خير البرية“۔ (۱۵)

قولِ باری تعالیٰ ﴿وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ (۱۶)﴾ کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:

”وقعت اللام فی المصحف مفصولة عن هٰذا خارجة عن أوضاع الخط العربی وخط المصحف سنة لا تغير“۔ (۱۷)

یعنی مصحف میں حرفِ لام (ل) کلمہ ’ھذا‘ سے علیحدہ لکھا گیا ہے جو عام رسم الخط کے خلاف ہے، لیکن مصحف کے رسم الخط کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ سیوطیؒ نے امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کا ”شعب الایمان“ میں وارد قول اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

”من كتب مصحفاً فينبغی أن يحافظ على الهجاء الذی كتبوا به هذه المصاحف، ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوا شيئا، فإنهم كانوا أكثر علماً، وأصدق قلباً ولساناً، وأعظم أمانة مِنّا فلا ينبغی أن نظن بأنفسنا استدراكا عليهم“۔ (۱۸)

یعنی جو شخص بھی مصحف لکھے تو اسے چاہیے کہ وہ سلف صحابہ ﷺ وتابعینؒ کے ہجا کا لحاظ رکھے، اُن کی مخالفت نہ کرے، کسی چیز کو اُن کی کتابت کے ساتھ تبدیل نہ کرے، کیونکہ وہ علم، قلب ولسان کی سچائی اور ایمانداری میں ہم سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔

محمد غوث الدین ارکاٹیؒ نے رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں مُلّا علی القاریؒ کا حسبِ ذیل قول نقل کیا ہے:

”والذی ذهب اليه مالك هو الحق، إذ فيه بقاء الحالة الأولى، إلى أن تعلّمها

الطبقة الأخرى بعد الأخرى، ولا شك أن هذا هو الأحرى، إذ فى خلاف ذلك تجهيل الناس بأولية ما فى الطبقة الأولى"۔(۱۹)

علامہ نظام الدین نیشاپوریؒ التزامِ رسم کے بارے میں فرماتے ہیں:

"إن الواجب على القراء والعلماء وأهل الكتاب أن يتبعوا هذا الرسم فى خط المصحف، فإنه رسم زيد بن ثابت، وكان أمين رسول الله ﷺ وكاتب وحيه، وعَلِم من هذا العلم، بدعوة النبى ﷺ ما لم يعلم غيره، فما كتب شيئا من ذلك إلا لعلّة لطيفة وحكمة بليغة"۔(۲۰)

یعنی مصحف لکھنے کے لیے قرّا اور علما پر اِس رسم کا اتباع لازم ہے کیونکہ یہی وہ رسم ہے جس کو امینِ رسول اور کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے اختیار کیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہر کسی کی نسبت اس سے مکمل طور پر واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے جو بھی لکھا، وہ کسی لطیف علت اور بلیغ حکمت کی بنیاد پر ہی لکھا ہے۔

علامہ ابوطاہر السندی نے رسمِ عثمانی کے التزام کی چار وجوہ بیان فرمائی ہیں:

"الراجع من ذلك قول الجمهور، وذلك لوجوه: ۱۔إن هذا الرسم الذى كتب به الصحابة القرآن الكريم حظي بإقرار الرسول ﷺ، واتباع الرسول ﷺ واجبٌ على الأمة۔ ۲۔أجمع عليه الصحابة ولم يخالفه أحد منهم ،وكان هذا الانجاز الكبير الأمة لقوله ﷺ:(عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدى) ۔ ۳۔ أجمعت عليه الأمة منذ عصور التابعين، وإجماع الأمة حجة شرعية، وهو واجب الاتباع لأنه سبيل المومنين، قال تعالىٰ: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾۔ ٤۔ للرسم العثمانى فوائد مهمة، ومزايا كثيرة، خاصة أنه يحوى على القراءات المختلفة، والأحرف المنزلة ، ففي مخالفته تضييع لتلك الفوائد وإهمال لها"۔(۲۱)

یعنی جمہور کا مذہبِ التزام راجح ہے اور اس کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

اولاً، رسول اللہ ﷺ کی تقریر کے باعث صحابہ کرامؓ نے اسی رسم میں قرآن مجید کی کتابت کی اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع امت پر واجب ہے۔ ثانیاً، اسی رسم پر عہدِ خلفا میں جماعت صحابہؓ کا اجماع منعقد ہوا، کسی ایک صحابی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں۔ چنانچہ خلفاے راشدین کا اتباع بھی امت پر واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "تم پر میری اور میرے بعد میرے خلفاءِ راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے"۔ ثالثاً، زمانۂ تابعینؒ سے امت کا اسی رسم پر اجماع ہے۔ امت کا اجماع حجتِ شرعی اور مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے سے ہٹ کر چلا تو ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں ڈالیں گے، اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ رابعاً، رسمِ عثمانی کے بہت سے فوائد ہیں، خصوصاً یہ کہ اس میں مختلف قراءات اور

منزل من اللہ حروف شامل ہو سکتے ہیں۔ اس رسم کی مخالفت سے یہ تمام فوائد متروک ہو جاتے ہیں۔

التزام رسمِ عثمانی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ کردیؒ لکھتے ہیں:

"فخلاصة ما تقدم أن الواجب علينا اتباع رسما المصحف العثماني وتقليد أئمة القراءات خصوصاً علماء الرسم منهم، والرجوع إلى دواوينهم العظام كالمقنع لأبى عمرو الدانى والعقيلة للشاطبى، فإن ائمة القراءات المتقدمين قد حصروا مرسوم القرآن الكريم كلمة كلمة على هيئة ما كتبه الصحابة فى المصاحف العثمانية، ونقلوا ذلك بالسند المتصل عن الثقات العدول الذين شاهدوا تلك المصاحف"۔ (۲۲)

یعنی رسمِ مصحفِ عثمانی کے ساتھ ساتھ ائمۂ قراءات خصوصاً علما رسم کا اتباع ہم پر واجب ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس معاملہ میں ہم ان کی عظیم تصانیف کی طرف رجوع کریں جیسے علامہ دانیؒ کی المقنع اور علامہ شاطبیؒ کی تصنیف العقیلہ وغیرہ۔ بے شک متقدمین ائمۂ قراءات نے قرآنی کلمات میں سے ایک ایک کلمہ کا رسم اور اس کے احکام بیان کیے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحفِ عثمانیہ میں ان کلمات کو کتابت فرمایا۔ مزید برآں قرّا نے ثقہ و عادل اور مصاحفِ عثمانیہ کے عینی شاہدین سے سندِ متصل کے ساتھ اس رسم کو نقل فرمایا۔

فقہا اور مفسرین کے علاوہ اہلِ لغت نے بھی ہمیشہ رسمِ عثمانی کے التزام کو اختیار کیا ہے اور اسی کا حکم دیا ہے۔ ڈاکٹر لبیب السعید نے ''دار الکتب والوثائق القومیۃ قاہرہ'' میں موجود علامہ ابو البقاء العکبریؒ کے مخطوط "اللباب فى علل البناء والإعراب" کے ورق: ۳۰ سے اُن کا ایک اقتباس نقل کیا ہے کہ اہلِ لغت کی ایک جماعت بھی یہی سمجھتی ہے کہ کلمہ کی کتابت اُس کے تلفظ کے مطابق ہونی چاہیے لیکن قرآنی رسم اس سے مستثنیٰ ہے:

"ذهب جماعة من أهل اللغة إلى كتابة الكلمة على لفظها إلا فى خط المصحف، فإنهم اتبعوا فى ذلك، ما وجدوه فى الإمام ۔ والعمل على الأول"۔ (۲۳)

رسمِ عثمانی کے التزام کے بارے میں محقق مناع القطان کی رائے حسبِ ذیل ہے:

"والذى أراه أن الرأي الثانى هو الرأي الراجح، وأنه يجب كتابة القرآن بالرسم العثمانى المعهود في المصحف......ولو أبيحت كتابته بالاصطلاح الأملائي لكل عصر لأدى هذا إلى تغيير خط المصحف من عصر لآخر، بل إن قواعد الإملاء نفسها تختلف فيها وجهات النظر في العصر الواحد، وتتفاوت في بعض الكلمات من بلد آخر"۔ (۲۴)

یعنی میرے خیال میں التزام رسمِ عثمانی کی رائے راجح ہے اور اب قرآن مجید میں رسمِ عثمانی کے مطابق کتابت ہونی چاہیے۔ اگر مروّجہ املائی کتابت کے ساتھ قرآن مجید لکھنے کی اجازت دے دی جائے تو ہر زمانہ میں قرآن مجید کا رسم دوسرے زمانہ سے مختلف ہوگا، بلکہ قواعدِ املائی خود ایک ہی زمانہ میں مختلف جہات سے متغیر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک شہر کے

مصاحف کے کلمات دوسرے شہر کے مصاحف سے مختلف ہوں گے۔

مذکورہ اقوال کے علاوہ یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ جس طرح دیگر اسلامی علوم اور ورثہ کی حفاظت مسلم معاشرہ پر ضروری ہے، اسی طرح قرآن مجید سے منسوب ایک رسم اور طرزِ کتابت کی حفظ وصیانت بطریقِ اولیٰ لازمی امر ہوگا۔(۲۵)

دورِ جدید کے علما کے فتاویٰ جات

مصری تحقیقی جریدے ''المنار'' نے ۱۹۰۹ء میں محمد رشید رضا کا فتویٰ شائع کیا جس میں ملا صادق الایمانقولی القزانی نے، جو کہ روسی ممالک میں طباعتِ مصاحف کے سلسلہ میں رسمِ مصاحف کی کمیٹی کے تفتیشی سربراہ تھے، حسبِ ذیل استفتا کیا:

''هل يجب اتباع الرسم العثمانى فى كتابة المصحف؟ أم هل تجوز مخالفته للضرورة التى من أمثلها: كلمة (ء اتن) فى الآية ٣٦ من سورة النمل، حيث كُتبتُ فى المصحف العثمانى بغير ياء بعد النون۔ وكلمات: (الأعلام) و(الأحلام) و(الأقلام) و(الأزلام) و(الأولاد)، حيث كُتبت ايضًا فى بعض المصاحف بحذف (الألف) بعد اللام؟''۔(۲۶)

یعنی کیا مصحف کی کتابت کے دوران رسمِ عثمانی کی اتباع واجب ہے؟ کیا کسی ضرورت کے تحت اس کی مخالف جائز ہے؟ مثلاً: کلمہ (ء اتن) مصحفِ عثمانی میں نون کے بعد بغیر یاء کے لکھا ہے۔ اسی طرح دیگر کلمات مثلاً: (الأعلام) و (الأحلام) و (الأقلام) و (الأزلام) و (الأولاد) وغیرہ بعض مصاحف میں الف کے بعد لام کے حذف کے ساتھ مرسوم ہیں۔

اس کے علاوہ سائل نے محولہ بالا الفاظِ قرآنی میں الف کے بارے میں یہ وضاحت پیش کی کہ روسی شہر پیٹرز برگ (بترسبورج) کے ''مکتبۂ امبراطوریہ'' میں محفوظ مصحفِ عثمانی میں اِن تمام الفاظ (الأعلام)، (الأحلام)، (الأقلام)، (الأزلام) اور (الأولاد) میں 'الف' محذوف ہیں۔(۲۷)

رسمِ مصحف کے متعلق صفر ۱۳۶۸ھ کے مجلّہ الازھر ۱۹۳۷ء میں صادر ہونے والے مصری فتویٰ میں حسب ذیل الفاظ بھی تھے:

''أن المصاحف وخاصة فى العصر الحديث مضبوطة بالشكل التام، ومذيلة ببيانات إرشادية تيسّر للنّاس إلى حدّ ما قراءة الكلمات المخالفة فى رسمها للإملاء العادىّ، ثم إن رسم المصحف العثمانى لا يخالف قواعد الإملاء المعروفة إلا فى كلمات لا يصعب على أحد إذا لقنها أن ينطق بها صحيحة''۔(۲۸)

یعنی دورِ حاضر میں خصوصاً تمام مصاحف حرکات واعراب کے لحاظ سے مکمل ہیں اور عام املا سے مخالف کلماتِ قرآنیہ کے بارے میں لوگوں کی آسانی کے لیے ممکنہ وضاحتی بیانات سے پُر ہیں۔ مزید برآں مصحفِ عثمانی کا رسم سوائے چند کلمات کے عام قواعدِ املا کے موافق ہے، تو اِن چند کلمات کا کسی سے سیکھ کر ادا کرنا کچھ مشکل نہیں۔

علامہ محمد بن حبیب اللہ الشنقیطیؒ لکھتے ہیں:

" والذی اجتمعت علیه الأمة: أن من لا یعرف الرسم المأثور یجب علیه أن لا یقرأ فی المصحف ، حتی یتعلم القراءة علی وجهها ، ویتعلم مرسوم المصاحف"۔(۲۹)

یعنی اِس بات پر علماے امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص قدیم رسمِ قرآنی سے واقفیت نہ رکھتا ہو، وہ مصحف سے دیکھ کر تلاوت نہ کرے یہاں تک کہ وہ قراءات کے ساتھ ساتھ مصاحف کے رسم کے بارے میں بھی تعلیم حاصل کرے۔

حافظ احمد یارؒ جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''الازہر کی مجلس فتوی کی طرف سے ۱۳۵۵ھ میں (بذریعہ مجلۃ الازہر) یہ فتویٰ جاری ہوا تھا کہ رسمِ عثمانی کی پابندی کے بغیر قرآن کریم کی طباعت ناجائز ہے۔اس کے بعد سے طباعتِ مصاحف میں اس التزام کے بارے میں ایک تحریک سی پیدا ہوگئی ہے''۔(۳۰)

مفتئ ہند مولانا محمد غنیؒ (معدنی) نے ایک استفتا کا جواب حسبِ ذیل الفاظ سے ارشاد فرمایا:

"فإن الکتابة بخلاف المصاحف العثمانیة بدعة مذمومة وفعل شنیع باتفاق الأمة "۔(۳۱)

یعنی مصاحفِ عثمانیہ کے خلاف (مصاحف کی) کتابت، باتفاقِ اُمت قابلِ مذمت بدعت اور برا کام ہے۔

الغرض علماے سلف کی طرح دورِ جدید کے جیّد علما و محققین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ دورِ حاضر میں مصاحف کی کتابت وطباعت کے دوران رسمِ عثمانی کا اتباع ہی لازمی وضروری ہے۔

رسم عثمانی کے عدم التزام کا موقف

عربی زبان سمیت دنیا کی ہر زبان ارتقا کا سفر جاری رکھتے ہوئے اپنے اندر کئی تبدیلیوں کی متحمل رہتی ہے اور اس کا رسم الخط بھی جدّت کا متقاضی رہتا ہے۔مرورِ زمان کے ساتھ زبانوں اور ان کے رسم الخط کی تبدیلی کا لوگوں کے مزاج وفہم پر اثر انداز ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اِس پہلو کے پیش نظر بعض اہل علم نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ مصاحف کی طباعت و کتابت میں رسمِ عثمانی کی پابندی کو ترک کرتے ہوئے بعد کے ادوار میں منضبط ہونے والے عربی قواعدِ املا پر عملدرآمد ہونا چاہیے، کیونکہ کیونکہ قرآن کی تلاوت میں لوگوں کی آسانی کے لیے قدیم رسمِ قرآنی میں تبدیلی لازم ہے۔

علماے سلف میں سب سے پہلے سلطان العلماء العز بن عبد السلامؒ (م ۶۶۰ھ) نے اسی بنیاد پر رسمِ عثمانی سے اجتناب کی تلقین کی (۳۲)۔علامہ العز بن عبدالسلامؒ کے اِس موقف کو علامہ قسطلانیؒ (۳۳) اور علامہ الدمیاطیؒ (۳۴) کے علاوہ علامہ زرکشیؒ نے اِن الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"قال الشیخ عزالدین بن عبد السلام : لا تجوز کتابة المصحف الآن علی الرسوم الأولیٰ باصطلاح الأئمة لئلا یوقع فی تغییر الجهال"۔(۳۵)

یعنی اب قرآن مجید کی کتابت ائمۂ رسم کے اختیار کردہ رسم الخط پر جائز نہیں کیونکہ اس سے جاہل لوگوں کے سنگین

غلطی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ واضح رہے کہ علامہ عزالدین بن عبدالسلامؒ امت کے معاملہ میں تیسیر وسہولت کے قائل تھے۔ جیسا کہ علامہ غانم نے اس کا ذکر کیا ہے:

"ولیس غریبا علی الإمام العز مثل هذا الرأي الذی تفرد به فهو صاحب نظریة المصالح، فالشریعة "کلها مصالح ، إمّا تدرا مفاسد أو تجلب مصالح"، وقد أداه اجتهاده أن فی مذهبه مصلحة وتیسیراً علی الأمة"۔(۳۶)

یعنی امام عزالدین بن عبدالسلامؒ کی یہ منفرد رائے باعث تعجب نہیں کیونکہ وہ نظریۂ مصالح کے علمبردار ہیں جس کی رو سے شریعت تمام کی تمام مصالح پر مبنی ہے، خواہ وہ مفاسد کو دور کرنے کا معاملہ ہو یا کسی مصلحت کے حصول کا۔ انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق مصلحت اور امت پر آسانی کے پیش نظر اجتہادی موقف اختیار کیا ہے۔ تاہم علما میں کوئی قابلِ ذکر نام ایسا نہیں جس نے اس رائے سے اتفاق کیا ہو۔ چنانچہ رسمِ عثمانی سے پرہیز اور اس کے عدمِ التزام کا نظریہ صرف علامہ عزالدین بن عبدالسلام کے ایک قول کے سہارے پر کھڑا ہے جو کہ علماءِ امت کے اجماع کے مقابلے میں متروک العمل ٹھہرتا ہے۔

مذکورہ زاویہ نگاہ کے حامل بعض افراد نے قدرے اعتدال کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسم عثمانی کی خلاف ورزی کو 'ضروری' کے بجائے صرف 'جائز' قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے قاضی ابوبکر الباقلانیؒ نے مستعمل طریقۂ املا میں مصاحف کی کتابت کے جواز کا فتویٰ دیا۔ ان کے نزدیک کسی دلیل قطعی سے امّت کے لیے کوئی متعین رسم الخط مخصوص ومشروع نہیں کیا گیا۔ علامہ زرقانیؒ نے الانتصار کے حوالے سے قاضی ابوبکر الباقلانیؒ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

"وأما الکتابة فلم یفرض اللّٰه علی الأمة فیها شیئا، إذ لم یأخذ علی کُتّاب القرآن وخُطّاط المصاحف رسماً بعینه دون غیره أوجبه علیهم وترک ما عداه...... وکان الناس قد أجازوا ذلك وأجازو أن یکتب کل واحد منهم بما هو عادته ، وما هو أسهل وأشهر وأولیٰ، من غیر تاثیم ولا تناکر، علم أنه لم یؤخذ فی ذلك علی الناس حدٌّ مخصوص کما أخذ علیهم فی القراءة والأذان۔ والسبب فی ذلك أن الخطوط إنما هی علامات ورسوم تجری مجری الإشارات والعقود والرموز، فکل رسم دالٌّ علی الکلمة مفیدٍ لوجه قراء تها تجب صحته وتصویب الکاتب به علی أی صورة کانت۔ وبالجملة فکل من ادّعی أنه یجب علی الناس رسم مخصوص وجب علیه أن یقیم لحجة دعواه۔ وانی له ذلك"۔ (۳۷)

علامہ زرقانی، مذکورہ رائے پر مناقشہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ رائے کئی وجوہ سے قابلِ قبول نہیں۔ مثلاً علامہ باقلانیؒ کی رائے کے مقابلہ میں سنت اور اجماعِ صحابہؓ کے علاوہ جمہور علما کے اقوال موجود ہیں۔ قاضی ابوبکرؒ کا یہ دعویٰ بھی درست نہیں کہ یہ سنت سے ثابت نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کتّابِ وحی کو اسی رسم الخط کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے جمعِ ابی بکرؓ اور پھر جمعِ عثمانی میں اسی رسم کے موافق قرآن کی کتابت کی جس کو وہ عہدِ نبوی میں استعمال کرتے تھے۔ مزید برآں اس رائے کے خلاف اجماعِ صحابہؓ کا انعقاد ہو چکا ہے اور اجماعِ صحابہؓ کے خلاف کسی بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ (۳۸)

عبدالعزیز دباغؒ نے قاضی ابوبکرؒ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے:

''قاضی ابوبکر کا یہ کہنا کہ رسم الخط کے اتباع کا وجوب نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے، نہ کلام رسول سے، نہ اجماع سے، نہ قیاس سے، (لہٰذا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے لکھے) صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: جو کچھ بھی تم کو رسول ﷺ دیں، وہ لو اور جس سے منع فرمائیں، اس سے باز آ ؤ۔ اور یہ واضح ہو چکا کہ رسم الخط توقیفی ہے، صحابہ ؓ کا وضع کردہ نہیں (لہٰذا رسول ﷺ کا دیا ہوا ہے اور اس کا لینا واجب ہے)۔ اور اگر یہ شبہ کرو کہ حضرتؐ نے اس طریق پر کتابت قرآن کا حکم نہیں فرمایا، تو آپ کے زمانہ میں صحابہ ؓ کا اس طریق پر لکھنا اور حضرتؐ کا اس کو قائم وبرقرار رکھنا ہی [سنت تقریری کے ذریعے] حکم کے درجہ میں ہے''۔ (۳۹)

جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ نے بھی علامہ ابوبکر الباقلانیؒ کی رائے کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کتابت مصحف میں رسم عثمانی کے التزام کا حکم دیا ہے:

"أما ما يراه أبو بكر الباقلاني من أن الرسم العثماني لا يلزم أن يتبع في كتابة المصحف فهو رأي ضعيف۔ لأن الأئمة في جميع العصور المختلفة درجوا علىٰ التزامه في كتابة المصحف، ولأن سدّ ذرائع الفساد مهما كانت بعيدة أصل من أصول الشريعة الإسلامية التي تبني الأحكام عليها وما كان موقف الأئمة من الرسم العثماني إلا بدافع هذا الأصل العظيم مبالغة في حفظ القرآن وصونه"۔ (۴۰)

یعنی ابوبکر الباقلانیؒ کی کتابت مصحف میں رسم عثمانی کا اتباع لازم نہ ہونے کی رائے ضعیف ہے کیونکہ تمام ادوار میں علمائے امت نے کتابت مصحف کے لیے رسم عثمانی کے التزام کو ہی ترجیح دی ہے۔ ممکنہ فساد کے اسباب کا تدارک ہی شریعت کا اصل الاصول ہے، جس پر احکام کا مدار ہے۔ رسم عثمانی کے بعینہ التزام کے بارے میں ائمہ کا موقف بھی قرآن کی حفظ وصیانت کے اسی مقصد عظیم کے لیے ہے۔

قاضی ابوبکر الباقلانیؒ کے علاوہ علامہ ابن خلدون نے بھی رسم عثمانی کی مخالفت کو جائز قرار دیا ہے۔ مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

"ولا تلتفتن في ذلك إلى ما يزعُمه بعض المغفّلين من أنهم كانوا محكمين لصناعة الخط، وأن ما يُتخيل من مخالفة خطوطهم لأصول الرسم ليس كما يُتخيّل، بل لكلها وجه......الخ"۔ (۴۱)

لیکن علمائے رسم نے علامہ ابن خلدون کی رائے سے بھی اتفاق نہیں کیا۔ علامہ المارغنیؒ لکھتے ہیں:

"لا يجوز لأحد أن يطعن في شئ مما رسمه الصحابة في المصاحف، لأنه طعن في مجمع عليه، ولأن الطعن في الكتابة كالطعن في التلاوة وقد بلغ التهور ببعض المؤرخين الى أن قال في مرسوم الصحابة ما لا يليق بعظيم علمهم الراسخ وشريف مقامهم الباذخ فإياك أن تغتر به"۔ (۴۲)

قاضی ابوبکر الباقلانیؒ اور علامہ ابن خلدون کے اقوال کی بنیاد پر بعض علما کا موقف ہے کہ خواص اور اہلِ علم کے لیے تو اس کا التزام ضروری ہے لیکن عوام کے لیے رسمِ عثمانی کی بجائے مروّجہ رسم میں مصاحف کی کتابت وطباعت جائز ہے۔ (۴۳)

علامہ ابوطاہر السندیؒ اس نظریہ کے قائلین کا موقف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وذهب بعض المتأخرين وبعض المعاصرين الى وجوب كتابة المصاحف للعامة بالقواعد الإملائية، ولكن تجب المحافظة عندهم على الرسم العثماني القديم كأثر من الآثار الإسلامية النفيسة الموروثة عن السلف الصالح، فمن ثَمّ تكتب مصاحف لخواص الناس بالرسم العثماني"۔ (۴۴)

یعنی بعض متاخرین اور دورِ حاضر کے محققین نے املا کے عام قواعد کے تحت مصاحف کی کتابت کو ضروری قرار دیا ہے، لیکن ان کے نزدیک قدیم رسمِ عثمانی کی حفاظت بھی ضروری ہے کیونکہ وہ ماثور اور پرانے اسلامی آثار میں سے سلفِ صالح کی ایک نفیس علامت ہے۔ چنانچہ خاص لوگوں کے لیے رسمِ عثمانی کے مطابق ہی مصاحف لکھے جائیں۔

علامہ عبدالعظیم الزرقانیؒ اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وهذا الرأي يقوم على رعاية الاحتياط للقرآن من ناحيتين:

۱۔ ناحية كتابته فى كل عصر بالرسم المعروف فيه إبعاد للناس عن اللبس والخلط فى القرآن۔

۲۔ وناحية إبقاء رسمه الأول المأثور، يقرؤه العارفون به ومن لا يخشى عليهم الإلتباس"۔ (۴۵)

غالباً اسی نظریہ سے متاثر ہونے اور اسی رفعِ التباس کی بنا پر ہی اہلِ مشرق (ایشائی ممالک) میں رسمِ عثمانی کی عملاً خلاف ورزی کا رواج ہو گیا ہے، جبکہ اہلِ مغرب (افریقہ) میں رسمِ عثمانی کا التزام تاحال موجود ہے کیونکہ وہ مسلک ِ مالکی کے پیروکار ہیں اور اس بارے میں امام مالکؒ کا واضح قول ثابت ہے اور افریقہ اور مغرب میں زیادہ تر فقہ مالکی کا اتباع کیا جاتا ہے۔ (۴۶)

اہل مشرق (خصوصاً برصغیر پاک وہند) میں کتابتِ مصاحف کے حوالے سے رسمِ عثمانی کی خلاف ورزی کی مثالیں زیادہ ملتی ہیں جس کی بڑی وجہ نقل صحیح کا التزام کرنے کے بجائے حافظہ وقیاس سے کام لینا ہے۔ پیشہ ورانہ عجلت بھی اس کا باعث بنتی ہے جس کا بڑا سبب کاتبین کی رسمِ عثمانی سے ناواقفیت اور کتابت کی ماہرانہ نگرانی اور پڑتال کا فقدان ہے۔ مصاحف کی تصحیح کرنے والے حضرات بھی رسم کی اغلاط سے یا تو خود بے خبر ہوتے ہیں یا رسم کے بجائے حرکات کی اغلاط پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ نظری حد تک لوگ ہمیشہ رسمِ عثمانی کے التزام کے قائل رہے ہیں، بلکہ محتاط کاتب نقل صحیح کی پابندی بھی کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ منقول عنہ نسخہ میں ہی اغلاط موجود ہوں۔ (۴۷)

دورِ حاضر میں رسمِ عثمانی کے بجائے رسمِ املائی میں کتابتِ مصاحف کے جواز کی سب سے بڑی وجہ عوامی سہولت بیان کی جاتی ہے، لیکن جن لوگوں نے دورِ حاضر میں عوام کی سہولت کی خاطر جدید رسمِ املائی کے مطابق مصاحف کی کتابت و طباعت کو ضروری قرار دیا ہے، وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ التباس واشتباہ عوام کے بجائے پڑھے لکھے طبقہ کے مسائل میں سے

ہے کیونکہ عوام کے لیے کسی استاد سے زبانی طور پر قرآن سیکھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر عام آدمی رسمِ املائی کو بھی غلط طریقہ پر ادا کر سکتا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ احمد یارؒ لکھتے ہیں:

''عوام کے بجائے عرب ممالک کے خواندہ لوگوں کے لیے رسم الخط کی ثنویت (روزمرہ میں رسمِ قیاسی اور تلاوت میں رسمِ عثمانی سے واسطہ پڑنا) التباس اور صعوبت کا باعث بنتی ہے۔ ورنہ دنیا میں لاکھوں (بلکہ شاید) کروڑوں ایسے مسلمان ہیں جو اسی رسم عثمانی کے مطابق لکھے ہوئے مصاحف سے اپنے علاقے میں رائج علاماتِ ضبط کی بنا پر ہمیشہ درست تلاوت کرتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں ''عوام'' کا نام تو محض ایک نعرہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، ورنہ ضرورت تو پڑھے لکھے عربی دانوں کو رسم قرآن سے شناسا کرنے کی ہے۔ رسمِ قرآنی کو ترک کر دینا اس کا کوئی علاج نہیں بلکہ اس کے مفاسد بہت زیادہ ہیں جبکہ رسمِ عثمانی کے التزام میں متعدد علمی اور دینی فوائد کا امکان غالب ہے''۔ (۴۸)

لہٰذا مناسب یہ ہے کہ عوام الناس کو رسمِ عثمانی اور اس کے رموز وفوائد اور خصوصیات سے روشناس کرایا جائے اور سرکاری سرپرستی میں اس کے التزام کے لیے مناسب انتظامات کیے جائیں۔ (۴۹)

رسمِ عثمانی کے متعلق مذکورہ دونوں نظریہ ہائے عدمِ التزام کا ردّ کرتے ہوئے علامہ السندیؒ لکھتے ہیں:

''أما ما ذهب إليه أصحاب المذهبين الآخرين ، فيمكن الرد عليهم:

۱۔ فيهما مخالفة لإجماع الصحابة والتابعين وأهل القرون المفضلة۔

۲۔ القواعد الإملائية العصرية عرضة للتغيير والتبديل فی كل عصر، وفی كل جيل، فلو أخضعنا رسم القرآن الكريم لتلك القواعد لأصبح القرآن عرضة للتحريف فيه۔

۳۔ الرسم العثماني لا يُوقع الناس في الحيرة والإلتباس، لأن المصاحف أصبحت منقوطة مشكلة بحيث وُضعت علامات تدل على الحروف الزائدة، أو الملحقة بدل المحذوفة، فلا مخافة على وقوع الناس فی الحيرة والإلتباس''۔ (۵۰)

یعنی مؤخر الذکر دونوں مذاہب اس لیے ناقابل قبول ہیں کہ اوّلاً، رسمِ عثمانی کی مخالفت میں صحابہؓ، تابعینؒ اور قرون مقدّسہ کے اجماع کی مخالفت لازم آتی ہے۔ ثانیاً، جدید قواعدِ املائیہ ہر زمانہ اور ہر نسل میں تغیر وتبدل کا شکار رہے ہیں۔ اگر ہم قرآنی رسم کو اِن قواعد کے مطابق لکھنے کی اجازت دے دیں تو اس سے قرآن میں تحریف کا باب کھل جائے گا۔ ثالثاً، التباس اور لوگوں کی پریشانی کا باعث رسمِ عثمانی نہیں کیونکہ اب مصاحف منقوط ہیں اور ایسی علامات وضع ہو چکی ہیں جو کہ زائد یا محذوف حروف کے بدلے اضافی حروف پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا اب لوگوں کی پریشانی اور التباس کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔

مفتی محمد شفیعؒ عوام الناس کی اس مشکل کے بارے میں لکھتے ہیں:

''الغرض اوّل تو یہ مشکلات محض خیالی ہیں۔ ان کو مشکل تسلیم کرنا ہی غلطی ہے اور بالفرض تسلیم بھی کیا جائے تو

ہر مشکل کا ازالہ ضروری نہیں۔ یوں تو نماز روزہ وغیرہ، ارکانِ اسلام سب ہی کچھ نہ کچھ مشکل اپنے اندر رکھتے ہیں‘‘۔(۵۱)

رسمِ عثمانی کے مخالف متجددین

علماے سلف میں سے جن لوگوں نے رسمِ عثمانی کے التزام اور عدمِ التزام کے معاملہ میں جمہور علما کی رائے سے اختلاف کیا ہے، انہوں نے اپنا موقف علم واستدلال کے دائرے میں رہتے ہوئے پیش کیا ہے اور رسمِ عثمانی پر طعن وتشنیع کی روش نہیں اپنائی۔ لیکن بدقسمتی سے بعض متجددین نے رسمِ عثمانی میں خامیوں کی تلاش شروع کی اور اس کو ناقص قرار دینے کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی طرف بھی ناگفتہ بہ باتیں منسوب کی ہیں۔(۵۲) اِن متجددین میں دو نام سرِفہرست ہیں :

مصری متجدد عبدالعزیز فہمي نے ”الحروف اللاتينية لكتابة العربية“ کے نام سے کتاب لکھی جس کو مطبعۂ مصر نے ۱۹۴۴ء میں قاہرہ سے شائع کیا۔ مذکورہ کتاب میں مصنف نے رسمِ مصحف پر کثرت سے اعتراضات کیے ہیں اور رسمِ مصحف کو ”بدائية سقيمة قاصرة“ ﴿ص۲۱﴾ (ابتدائی درجے کا، بیمار اور ناقص) جیسے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ صفحہ ۲۳ پر رسمِ عثمانی کو غیر معقول قرار دیتے ہوئے ”سخيف“ (بعید از عقل رکمزور) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس کے الفاظ ہیں:

”أقرر بأني لست مكلفًا باحترام رسم القرآن، ولست الغى عقلي لمجرد أن بعض الناس أو كلهم يريدون إلغاء عقولهم، ولا يميزون بين القرآن العظيم كلام الله القديم وبين رسمه السخيف الذى هو من وضع المؤمنين القاصرين“۔(۵۳)

یعنی مجھے اعتراف ہے کہ میں رسم قرآنی کے احترام کا مکلّف نہیں ہوں، اور اگر بعض یا سب لوگوں نے اپنی عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے تو میں ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ لوگ کلام الٰہی کے مابین جو قدیم ہے اور اس کے رسم الخط کے مابین فرق نہیں کرتے جسے ناقص اور کوتاہ صلاحیت کے اہل ایمان نے تشکیل دیا ہے۔

مزید برآں عبدالعزیز فہمي نے رسمِ عثمانی کو نعوذ باللہ ایک بیماری قرار دیا ہے جس نے جدید عربیت کے حُسن کو تباہ وبرباد کر دیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

”إنه سرطان أزمن، فشوه منظر العربية، وغشّى جمالها ، ونفّر منها الولى القريب والخاطب الغريب، وإذ أقول (سرطان) فإنى أعنى ما أقول ، كالسرطان حسّا ومعنى“۔(۵۴)

یعنی یہ مزمن سرطان ہے جس نے عربی زبان کے ظاہری حسن وجمال کو بدشکل بنا دیا ہے اور اس سے دوستوں اور دشمنوں، دونوں کو متنفر کر دیا ہے۔ میں نے اس کے لیے سرطان کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے میری مراد سرطان ہی ہے، کیونکہ یہ ظاہری اور معنوی ہر لحاظ سے ایک سرطان ہے۔

رسمِ مصحف کے جدید معترضین میں سے دوسرا بڑا نام ابن الخطیب محمد محمد عبداللطیف کا ہے جس نے ”الفرقان“ نامی

کتاب تصنیف کی۔ جس کو پہلی بار دار الکتب المصریہ نے قاہرہ سے ۱۹۴۸ء میں شائع کیا۔ موصوف لکھتے ہیں:

"لما كان أهل العصر الأول قاصرين فى فن الكتابة ، عاجزين في الإملاء، لأميتهم وبدواتهم، وبعدهم عن العلوم والفنون ، كانت كتابتهم للمصحف الشريف سقيمة الوضع غير محكمة الصنع، فجاء ت الكتبة الأولى مزيجاً من أخطاء فاحشة ومناقضات متباينة في الهجاء والرسم"۔(۵۵)

یعنی عصرِ اول کے لوگ، اپنے اَن پڑھ اور بدوی ہونے کے لحاظ سے، فنِ کتابت سے قاصر اور علوم وفنون سے بے بہرہ تھے۔ مصحف میں کی گئی ان کی کتابت، وضع کے اعتبار سے سقیم اور مہارت کے اعتبار سے غیر محکم ہے۔ لہٰذا پہلی کتابت کے ہجا و رسم میں فاحش اغلاط اور متباین مناقضات شامل ہیں۔

ڈاکٹر لبیب السعید، ابن الخطیب کا ایک اقتباس یوں نقل کرتے ہیں:

" (إنه) يقلب معانى الألفاظ ، ويشوهها تشويها شنيعاً، ويعكس معناها بدرجة تكفّر قاريه، وتحرّف معانيه، وفضلاً عن هذا ، فإن فيه تناقضاً غريباً وتنافراً معيباً لا يمكن تعليله، ولا يستطاع تأويله"۔ (۵۶)

یعنی یہ رسم الفاظ کے معانی کو بدلنے کا سبب ہے، شکل وصورت کے لحاظ سے بُرا، معنی کو اس حد تک بدلنے والا کہ اس کا پڑھنے والا کافر ٹھہرے اور اس کے معنی بدل جائیں۔ مزید برآں اس رسم میں عجیب وغریب قسم کا تناقض واختلاف پایا جاتا ہے جو اتنا معیوب ہے کہ اس کی توجیہ وتاویل کسی طرح ممکن نہیں۔

جولائی ۱۹۴۸ء میں صدر جامعۃ الازہر کی زیر نگرانی تین علما کی قائمہ کمیٹی نے اکتالیس (۴۱) صفحات پر مشتمل ایک فیصلہ صادر فرمایا جس میں مذکورہ کتب پر پابندی عائد کرنے اور ان کو ضبط کرنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ وہ اسلامی اصول جن پر احکام کا مدار ہے، ان کی پاسداری اور اس کی مخالفت کا سدِّ باب ضروری ہے۔(۵۷)

حواشی

(۱) القسطلانی، لطائف الاشارات لفنون القرءات: ۲۸۵/۱

(۲) غانم قدوری، رسم المصحف: ص۱۹۹......و......الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ: ص۱۰۳

(۳) "اجمع المسلمون قاطبة على وجوب اتباع رسم مصاحف عثمان ومنع مخالفته (ثم قال) قال العلامة ابن عاشر ووجه وجوبه ما تقدم من اجماع الصحابة عليه وهم زهاء اثنى عشر الفاً والإجماع حجة حسبما تقرر فى اصول الفقه ﴿النصوص الجليلة: ص ۲۵﴾"۔(مفتی محمد شفیعؒ: جواہر الفقہ: ۸۵/۱)

(۴) صفحات فی علوم القراءات: ص۱۷۸

(۵) ابن قتیبہ الدینوریؒ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم (م۲۷۶ھ): ادب الکاتب: ص۲۵۳، ط۲، دار احیاء التراث العربی،

بیروت،۱۹۷۰ء

(۶) السیوطیؒ:الاتقان فی علوم القرآن :۱۴۶/۴،ط۱،مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی،قاہرہ،۱۹۶۷ء،تحقیق:محمد ابوالفضل ابراہیم)......صفحات فی علوم القراءات:ص۱۷۸......"والفقهاء مجمعون ، أو كالمجمعين على هذا الرسم"۔(الجمع الصوتی الاول:ص۲۹۸)

(۷) الحدادؒ محمد بن علی بن خلف الحسینی:إرشاد الحيران إلى معرفة ما يجب فى رسم القرآن :ص۴۱،مطبعۃ المعاہد بالجمالیۃ،قاہرہ،۱۳۴۲ھ

(۸) احمد بن المبارک: الإبــــــريــــــز:ص۵۹،ط۱،المطبعۃ الازہریۃ،مصر،۱۳۰۶ھ......الکردی: تاریخ القرآن:ص۱۰۴......التھانوی:اظہار احمد،الاستاذ الجلیل(م۱۴۱۲ھ):ایضاح المقاصد شرح عقیلۃ اتراب القصائد فی علم الرسم:ص۱۱،قراءات اکیڈمی،لاہور۔س۔ن......ابوطاہر السندی،صفحات فی علوم القراءات:ص۱۷۹

(۹) الدانی:ابوعمرو عثمان بن سعیدؒ(م۴۴۴ھ): المقنع فى رسم مصاحف الامصار :ص۹۔۱۰،تحقیق:محمد الصادق قمحاوی،مکتبۃ الکلیات الازہریۃ،قاہرہ

(۱۰) الزرقانی،مناہل العرفان:۳۷۲/۱

(۱۱) مرجع سابق......الزرکشی،البرہان فی علوم القرآن:۳۷۹/۱

(۱۲) حمودہ،عبدالوہاب:القراء ات و اللهجات:ص۱۰۲،ط۱،مکتبۃ النہضۃ المصریۃ،قاہرہ،۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء

(۱۳) الزرقانی،مناہل العرفان:۳۷۲/۱

(۱۴) مرجع سابق

(۱۵) الشیخ عبدالواحد بن عاشر الاندلسیؒ:تنبيه الخلان على الاعلان بتكميل مورد الظمآن :ص۱،ط۱،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء﴿نوٹ:مذکورہ کتاب علامہ المارغنیؒ کی تصنیف"دليل الحيران" کے آخر میں بھی منسلک ہے﴾

(۱۶) سورۃ الفرقان:۷

(۱۷) جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشریؒ(م۵۳۸ھ):الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الاقاويل فى وجوه التأويل:۲۰۹/۳،ط۲،المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ،القاہرۃ،۱۹۵۳ء

(۱۸) الاتقان فی علوم القرآن:۱۴۶/۴......البرہان فی علوم القرآن:۳۷۹/۱......الکردی: تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ:ص۱۰۳......لطائف الاشارات لفنون القراءات:۲۷۹/۱

(۱۹) محمد غوث ناصر الدین محمد نظام الدین النائطی الارکانی: نثر المرجان فی رسم نظم القرآن:۱۰/۱، مطبعۃ عثمان پریس،حیدرآباد دکن،۱۳۱۳ھ

(۲۰) غرائب القرآن ورغائب الفرقان:۴۰/۱......الزرکشی،البرہان فی علوم القرآن:۳۸۰/۱ میں بھی اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲۱) صفحات فی علوم القراءات:ص۱۸۰و۱۸۱

(۲۲) تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ:ص۱۱۱

(۲۳) الجمع الصوتی الاول:ص۲۹۸

(۲۴) مباحث فی علوم القرآن:ص۱۴۹

(۲۵) ''یہ حفاظتِ ورثہ والی بات جذباتی ہی نہیں اپنے اندر ایک تہذیبی بلکہ قانونی اہمیت بھی رکھتی ہے۔ برسبیل تذکرہ مصر کے ایک ناشر کے خلاف رسمِ قیاسی کے ساتھ لکھا ہوا ایک مصحف چھاپنے پر مقدمہ چلا۔ عدالت نے ناشر کے خلاف فیصلہ دیا اور نسخہ کی ضبطی کا حکم جاری کیا۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں ایک 'نقطۂ توجہ' یہ لکھا کہ ((آثارِ سلف کی حفاظت ترقی یافتہ اقوام کا فریضۂ اولین ہے))۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز شیکسپئر (یا دوسرے قدیم شعراء مثل چوسر وغیرہ) کا کلام انہی کے زمانے کے ہجاء وغیرہ کے ساتھ چھاپنا ضروری خیال کرتے ہیں اور وہ کسی طابع یا ناشر کو اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ تین چار سو سال میں انگریزی زبان بدل کر کچھ سے کچھ ہو چکی ہے تو پھر قرآن کے بارے میں یہ اجازت کیسے دی جا سکتی ہے؟''۔ (قرآن وسنت چند مباحث (۱):ص۹۵و۹۶)

(۲۶) الجمع الصوتی الاول:ص۳۰۲

(۲۷) فتاویٰ امام محمد رشید رضا:۲/۷۸۹تا۷۹۴......بحوالہ: مرجع سابق

امام محمد رشید رضا نے پانچ نکات پر مشتمل جو جواب صادر فرمایا اس کا متن یوں ہے:

''﴿۱﴾ أن الاسلام يمتاز على جميع الاديان بحفظ أصله منذ الصدر الأول، وأن التابعين وتابعيهم وائمة العلم أحسنوا باتّباع الصحابة فى رسم المصحف، وعدم تجويز الكتابته بما استحدث الناس من فنّ الرسم ، وإن كان أرقى مما كان عليه الصحابة، إذ لو فعلوا لجاز أن يحدث اشتباه فى بعض الكلمات باختلاف رسمها وجهل أصلها۔

﴿ب﴾ وأن الاتباع فى رسم المصحف يفيد مزيد ثقة واطمئنان فى حفظه كما هو، وفى إبعاد الشُبهات أن تحوم حوله، وفى حفظ شئ من تاريخ الملة وسلف الأمة كما هو۔

﴿ج﴾ وأنه كنصّ الفتوىٰ لو كان لمثل الأمة الإنكليزية هذا الأثر لما استبدلت به ملك كسرى وقيصر، ولا أسطول الألمان الجديد الذى هو شغلها الشاغل اليوم۔

﴿د﴾ وأن ما احتج به العز بن عبد السلام لما رآه من (عدم جواز كتابة المصاحف الآن على المرسوم الاول خشية الالتباس، ولئلا يوقع فى تغيير من الجهّال) ليس بشئ ، لأن الاتباع إذا لم يكن واجباً فى الأصل وهو ما لا ينكره فترك الناس له لا يجعله حرامًا أو غير جائز لما ذكره من الالتباس۔

﴿ه﴾ وأن الحلّ لكل العُقد فى مشكلات الرسم التى تواجه السائل هو فى الرجوع إلى طبعة المصحف الصّادرة فى سنة ١٣٠٨ ه من مطبعة محمد أبى زيد بمصر، فقد توقف على تصحيح هذه الطبعة وضبطها الشيخ رضوان بن محمد المخلانى أحد علماء هذا الشأن وصاحب المصنفات فيه، والذى وضع للطبعة مقدمة شارحة

ونافعة"۔

(۲۸) نفس المصدر:ص۳۰۳

(۲۹) محمد بن حبیب اللہ الشنقیطیؒ:إیقاظ الأعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الإمام :ص۱۶، ط۱،مطبعۃ المعاہد بالجمالیۃ قاہرہ،مصر،۱۳۴۵ھ

(۳۰) قرآن وسنت چندمباحث(۱):ص۹۷

(۳۱) بحوالہ: جواہر الفقہ از مفتی محمد شفیعؒ:۹۳/۱

(۳۲) قاضی عبد الفتاح نے الشیخ حسین والیؒ اور احمد حسن زیاتؒ کو بھی اسی نظریہ کے قائلین میں شمار کیا ہے۔......ملاحظہ ہو:القاضی عبدالفتاح:تاریخ المصحف الشریف:ص۸۲،مطبعۃ المشہد الحسینی،القاہرۃ

(۳۳) القسطلانی: شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر:لطائف الاشارات لفنون القراء ات :۲۷۹/۱،المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ،قاہرہ،۱۹۷۲ء

(۳۴) الدمیاطی البناء،اتحاف فضلاء البشر:ص۹

(۳۵) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:الزرکشیؒ،بدرالدین محمد بن عبداللہ بن بہادر(م۷۹۴ھ): البرہان:فی علوم القرآن :۳۷۹/۱،داراحیاء الکتب العربیۃ،قاہرہ،۱۹۵۷ء:

(۳۶) غانم قدوری الحمد:رسم المصحف دراسة لغوية تاريخية :ص۲۰۱،ط۱،اللجنة الوطنية للأحتقال ،بغداد، عراق،۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

(۳۷) الزرقانی:الشیخ محمد عبدالعظیم: مناهل العرفان فی علوم القرآن :۳۷۳/۱۔۳۷۴،داراحیاء الکتب العربیۃ عیسیٰ البابی الحلبی ،قاہرہ،۱۹۴۳ء

(۳۸) مرجع سابق

(۳۹) احمد بن المبارک: الإبریز:ص۱۱۶،ط۱،المطبعۃ الازہریۃ ،مصر،۱۳۰۶ھ

(۴۰) الدکتور احمد مختار عمر،الدکتور عبدالعال سالم مکرم:معجم القراء ات القرآنیة :۴۲/۱و۴۳،ط۱،انتشارات اسوہ(التابعة لمنظمة الاوقاف والشؤون الخيرية)،ایران،۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

(۴۱) ابن خلدونؒ:عبدالرحمٰن المغربی(م۸۰۸ھ): کتاب العبر وديوان المبتداء والخبرمسمّیٰ بتاريخ ابن خلدون:۷۴۷/۱ومابعد،دارالکتاب،بیروت،۱۹۵۶ء:

(۴۲) المارغنیؒ التونسی،الشیخ ابراہیم بن احمد: دلیل الحیران علیٰ مورد الظمآن فی فنّی الرسم والضبط:ص۲۶،ط۱،دارالکتب العلمیۃ بیروت،۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

(۴۳) جیسا کہ علامہ الدمیاطیؒ نے اِس رائے کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"ورأى بعضهم قصر الرسم بالاصطلاح العثمانى على مصاحف الخواصّ، وإباحة رسمه للعوامّ، بالاصطلاحات الشائعة بينهم"۔ (اتحاف فضلاء البشر:ص۹)

(۴۴) السندیؒ،ابوطاہر عبدالقیوم:صحفات فی علوم القراء ات :ص۱۸۰،ط۱،المکتبۃ الامدادیہ،مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

(۴۵) الزرقانی، مناھل العرفان:۱/۳۸۵

(۴۶) ملخص از: احمد یارؒ، پروفیسر حافظ: قرآن وسنت۔ چند مباحث: ص۸۵، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب لاہور، جون ۲۰۰۰ء

(۴۷) مرجع سابق

(۴۸) نفس المصدر: ص۸۷

(۴۹) اس پر حافظ احمد یار مرحوم ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''مگر جدید اور قیاسی املاء کے عادی خواندہ لوگوں کے لئے رسم قرآنی میں کیسے سہولت پیدا کی جائے؟ اس سوال کا ایک جواب تو دقت نظر سے اختیار کردہ علامات ضبط کا نظام ہے۔ دوسرا علاج اس کا الازہر والوں نے ۱۳۶۸ھ میں ایک دوسرے فتوی کی صورت میں دیا جس کی رو سے یہ جائز قرار دیا گیا کہ اصل متن تو رسم عثمانی کے مطابق ہی رہے مگر نیچے ذیل (فٹ نوٹ) کے طور پر ''مشکل'' کلمات کو جدید املاء یا رسم معتاد کی شکل میں الگ بھی لکھ دیا جائے۔ چنانچہ عبدالجلیل عیسیٰ کے حاشیہ کے ساتھ ''المصحف المیسر'' اسی اصول پر علماء الازہر کی نگرانی میں تیار ہو کر شائع ہوا تھا۔ یہ بھی اس مسئلہ کا ایک عمدہ حل ہے۔ تاہم غالباً پاکستان میں اس کی ضرورت نہیں یہ پڑھے لکھے عربوں کا مسئلہ کا حل ہے۔ ہمارے ہاں رسم عثمانی کا مکمل التزام درکار ہے''۔ (نفس المصدر: ص۹۷و۹۸)

(۵۰) السندی ابو طاہر، صفحات فی علوم القراءات: ص۱۸۲

(۵۱) حضرت مولانا محمد شفیعؒ: جواہر الفقہ: ۱/۶۷، ط۱، مکتبہ دار العلوم کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

(۵۲) اِس کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ غانم قدوری لکھتے ہیں:

''......فإن طائفة من المحدثين تنسب إلى العلم أطلقت ألسنتها تصف الرسم بما نجل الرسم والصحابة الذين كتبوه عن مجرد ذكره، وهو إن دل على شئ، فإنما يدل على الجهالة فى العلم والبلادة في الذهن والقصور في الادراك، إن لم يدل على سوء النية وخبث القصد والعداء لكتاب الله العزيز''۔ (رسم المصحف: ص۲۱۱۔۲۱۲)

(۵۳) مرجع سابق

(۵۴) مرجع سابق

(۵۵) الفرقان: ص۵۷......بحوالہ: مرجع سابق

(۵۶) لبیب السعید: الدکتور: الجمع الصوتی الاول للقرآن (المصحف المرتل): ص۲۹۳، ط۲، دار المعارف القاہرۃ، س۔ن

(۵۷) غانم قدوری: رسم المصحف: ص۲۱۲......و......الجمع الصوتی الاول: ص۳۰۱

ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی☆

بائبل کا قورح ہی قرآن کا قارون ہے

محمد یاسین عابد صاحب نے 'الشریعہ' کے فروری ۲۰۰۶ کے شمارے میں میرے ایک مضمون ''قرآن کا نظریہ مال ودولت قصہ قارون کی روشنی میں'' (الشریعہ، دسمبر ۲۰۰۵) کو تنقید سے نوازا ہے اور متعدد سوالات اٹھائے ہیں۔ افسوس کہ ان کا انداز بیاں بڑا جارحانہ اور علمی حیثیت سے گرا ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''غالباً ڈاکٹر صاحب نے کبھی بائبل کھول کر نہیں دیکھی اور سنی سنائی اور غیر مستند معلومات کی بنیاد پر مذکورہ عبارت تورات کی طرف منسوب کر دی۔''

اب میں تو کوئی جارحانہ اسلوب اختیار نہیں کرتا، ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ کبھی کراچی آئیں اور میرا نسخہ بائبل دیکھیں جو بیسیوں تنقیدی حواشی سے بھرا ہوا ہے۔ بائبل جس کو وہ بہت مستند اور لائق اعتماد کتاب قرار دے رہے ہیں، اس کے کچھ عجائب وغرائب شرافت ونبوت ہی کے منافی نہیں، انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ ساتھ ہی یہ نسخہ ایسے حواشی سے بھرا ہوا ہے جو بعض انبیاء علیہم السلام اور خاص طور پر موسیٰ علیہ السلام وفرعون کے قصے کے حوالے سے قرآنی بیانات سے متعلق ہیں۔ پہلی قسم کے حواشی سے قرآن کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہود نے توراۃ میں تحریف کی ہے، اور دوسرے قسم کے حواشی سے توراۃ کے بارے میں قرآن کے بیان ''مصدق لما بین یدیہ'' کی تصدیق ہوتی ہے۔

جناب ناقد نے یہودی قورح کے دفاع میں جو کچھ لکھا ہے اور جس طرح خود بائبل کے بیانات سے تجاہل برتا ہے، اس کی امید کسی یہودی ہی سے کی جا سکتی تھی۔ اس سب کی تردید تو اپنی جگہ آئے گی لیکن پہلا سوال یہ ہے کہ جناب ناقد نے اپنے مضمون کی ابتدا میں محمد اسلم رانا مرحوم کے پندرہ سال قبل شائع ہونے والے مضمون کو، جو قارون وقورح سے متعلق ہے، اپنی تنقید کی بنیاد بنایا ہے، جو ان کے بیان کے مطابق کسی ''المذاہب'' میں چھپا تھا۔ یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ قورح کے متعلق جو بیانات موصوف کے مضمون میں ہیں، یا اس میں بائبل کے جو حوالے ہیں، وہ مرحوم اسلم رانا صاحب کا فیضان قلم ہے، یا جناب ناقد کی اپنی تحقیق انیق ہے۔ بہرحال انھوں نے جو سوالات اٹھائے، ان کی وضاحت ضروری ہے جو ترتیب وار عرض ہے:

ا۔ جناب ناقد کا اعتراض یہ ہے کہ میں نے قارون کو توراۃ کا قورح سمجھ رکھا ہے، جو ان کی دانست میں غلط ہے۔ اس بارے میں عرض ہے کہ قارون کو قورح میں نے ہی نہیں سمجھ رکھا ہے، بلکہ ہمارے تمام قدیم مفسرین اور عصر حاضر کے بعض

☆5۔گلی P، خیابانِ سحر، فیز 6، ڈیفنس۔کراچی

ممتاز پاکستانی وہندوستانی مترجمین ومفسرین نے بھی یہی لکھا ہے۔جس قورح کا شجرہ نسب جناب ناقد نے بائبل سے نقل کرنے میں بڑی سرمغزی کی ہے، یا مرحوم اسلم رانا کے مذکورہ بالا مضمون سے حرف بحرف نقل کیا ہے، یہی شجرہ نسب ہمارے قدیم ترین عظیم مفسر، تیسری صدی ہجری کے امام طبری نے اپنی تفسیر میں سورۃ قصص کی متعلقہ آیت کے ضمن میں قارون کا دیا ہے: ''قارون بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب'' اور یہی اپنی مشہور ومعروف تاریخ کی پہلی جلد میں قارون کے ذکر میں بیان کیا ہے۔اس ضمن میں انہوں نے صحابی رسول ﷺ اور مشہور مفسر قرآن عبداللہ ابن عباسؓ اور ان کے شاگردوں مجاہد وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہیں، اور وضاحت کی ہے کہ یہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور ان کے شاگرد تابعین کے بیانات (یعنی قارون ہی توراۃ کا قورح ہے) اس لیے مستند ہیں کہ ان کا ماخذ ان یہودی علما کے اقوال وبیانات ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے، جیسے عبداللہ بن سلام، کعب بن مالک، اور وہب بن منبہ وغیرہ۔ مزید یہ کہ انہی تابعین میں ایک مشہور تابعی ابن جریج (عبداللہ بن عبدالعزیز) ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے معاصر تھے اور جن کے دادا جریج ایک رومن عیسائی تھے۔انہوں نے قارون کا وہی شجرہ دیا ہے جو قورح کا ہے۔

یہی بات مفسر زمخشری اور قرطبی وغیرہ نے لکھی ہے، اور بائبل کے بیانات کے مطابق قورح ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔قدیم عرب مفسرین ومورخین کے علاوہ عہد حاضر کے انگریزی مترجم ومفسر قرآن عبداللہ یوسف علی، مولانا عبدالماجد دریابادی (انگریزی تفاسیر) اور مولانا مودودی نے بھی قارون کو بائبل کا قورح لکھا ہے۔

اب کہیں یاسین عابد صاحب یہ اعتراض نہ کر بیٹھیں کہ توراۃ کے شجرۂ نسب میں قورح کے باپ کا نام اضہار اور اس کے دادا کا نام قہات ہے، جبکہ دونوں کے نام طبری وغیرہ اسلامی ماخذ میں علی الترتیب یصہر اور قاہث ہیں۔ اس بے بنیاد ممکنہ شبہہ کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام توراۃ کی کتاب پیدایش میں مسلسل چھ اصحاح (۱۱ تا ۱۶) میں 'ابرام' مذکور ہے اور طرفہ تماشا یہ کہ اصحاح ۱۷:۵ کے بعد سے وہ ننانوے سال کی عمر میں ''ابرام'' سے ''ابراہام'' ہو گئے اور اللہ نے ان کا یہ نام بدلا۔علاوہ ازیں بائبل میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام اضحاق، یونس علیہ السلام کا نام یوناہ اور یحییٰ علیہ السلام کا نام یوحنا ہے، اور انگریزی بائبل میں تو یہ نام بہت ہی مختلف ہیں۔لوط، یعقوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کے نام علی الترتیب Lot, Jacob, Joseph, Moses, Aaron لکھے ہیں۔اب یاسین عابد صاحب بتائیں کہ کیا قرآن میں مذکور انبیا اور بائبل میں مذکور یہ انبیا ایک دوسرے سے مختلف ہیں؟ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔قارون وقورح کے شجرۂ نسب کے ایک ہی ثابت ہونے کے بعد اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ قارون بائبل کا قورح ہے۔'قارون' نام، شمعون، شیرون کے اوزان پر عبرانی نام ہی معلوم ہوتا ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ جیسے حضرت ابراہیم کے والد کا نام قرآن میں آذر (سورۃ الانعام، آیت ۷۴) اور بائبل کی کتاب پیدایش میں تارح ہے، جن کے مابین توفیق علما نے اس طرح کی ہے کہ ایک ان کا اصلی نام ہوگا اور ایک عرف یا لقب، اسی طرح قارون اور قارح بھی ایک ہی شخص کے دو مختلف نام ہوں، خاص طور پر یہ کہ ان کا شجرہ نسب ایک ہی ہے۔یہی معاملہ قرآن کے طالوت (سورۃ البقرۃ ۲۴۳) اور بائبل کے ساؤل کا ہے۔

قرآن کریم کے صریح بیانات کے مطابق توراۃ وانا جیل اربعہ وغیرہ (بائبل، عہد قدیم وعہد جدید) تحریف شدہ کتابیں ہیں: 'فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا